OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 6, Issue 4 (October-December 2023)

تصورِ کفالت اور ریاستی ذمہ داری: سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک مطالعہ

Concept of Protection and State Responsibility: A Study in the Light of *Sīrah* of the Prophet

Dr. Hafiz Muhammad Shahbaz
Lecturer Islamic Studies, Garrison College of Computer Sciences, Sargodha
Prof. Dr. Matloob Ahmad (Corresponding Author)
Head, Department of Arabic and Islamic Studies, The University of Faisalabad
Dr. Shehbaz Shabbir
Lecturer, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology, Mirpur AJK

Abstract

From the point of view of Islam, the issue of sustenance and livelihood of the people has been taken by Allah Almighty and the ruler as a resource is responsible for delivering to the people what Allah has taken responsibility to deliver to the people. However, those texts in which the issue of sustenance is entrusted to Allah, are lessons and instructions for the ruler that he should fulfill the duty of supporting the weak and poor people of the state; Whoever has authority over the servants, is responsible for fulfilling the rights of the servants and is responsible for them. This paper studies concept of protection and state Responsibility in the light of *Sīrah* of the Prophet Peace be upon him. It argues that state is responsible for the protection of its citizens.

Keywords: State, people, protection, responsibility

تمہید

اسلام کے نقطۂ نظر سے لوگوں کے رزق اور معاش کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے اور جو چیز بندوں تک پہنچانے کا اللہ نے ذمہ لیا ہو وہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے حکمران ایک وسیلے کی حیثیت سے ذمہ دار ہے۔ چناچہ قرآن و سنت کی نصوص سے

CC BY

پتہ چلتا ہے کہ حکمرانوں کے لئے لازم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے رعایا کے ایک ایک فرد کے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے ان کے حقوق ان تک پہنچانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، کیونکہ روز قیامت ہر حاکم سے اس کی رعایا کے متعلق سوال اور باز پرس کی جائے گی۔ حکمرانوں کی اسی ذمہ دار سے متعلق ذیل میں ہم قرآن وسنت کی چند نصوص ذکر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔:"وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّهِ رِزْقُهَا"[1] اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں، جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔ اور اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"[2] اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ انھیں بھی رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی، اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور کبھی اس ذمہ داری کو مالک کائنات نے کچھ یوں بیان فرمایا ہے۔ "وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ"[3] اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل مت کرو، ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں، انھیں بھی (دیں گے)۔

ضروریات زندگی پوری کرنے میں ریاستی ذمہ داری

حدیث نبوی ﷺ میں ہمیں ریاست کی ذمہ داری کو بیان کیا گیا ہے اور ان حقوق کا ذکر بھی کیا گیا جس کی فراہمی معاشرے اور ریاست کی ذمے داری ہے، اس لیے کہ اس حدیث میں ذکر کردہ چیزوں سے کوئی محروم نہ ہو اس بات کا اہتمام ریاست ہی کر سکتی ہے: عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ليس لابن آدم حق فيما سوى هذه الخصال بيت يستره و ثوب يواري عورته و جلف من الخبز و الماء[4]. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کے لئے سوائے ان اُمور کے کوئی حق نہیں، رہنے کے لئے گھر، ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور ضرورت کے لیے روٹی۔ سیدنا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی اس بنیادی تصور کی وضاحت کر رہا ہے کہ اگر ایسے حالات ہو کہ لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں تو مال دار لوگوں کے مال سے غریبوں کو زبردستی چھین کر بھی دیا جاسکتا ہے: فَوالله لَو أن الله لم يُفرجَها مَا تَركتُ أَهل بَيتٍ مِن المُسلمين لَهم سِعةً إلا أَدخلتُ مَعهم أَعدادَهُم مِن الفُقراء فَلم يَكن اثْنَانِ يَهلكان مِن الطعَام عَلى مَا يُقيم وَاحِدًا[5] "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ قحط رفع نہ فرماتا تو میں کوئی بھی ایسا گھر نہ چھوڑتا جس میں کھانا موجود ہوتا، مگر اس کے افراد کے برابر دیگر مستحقین اور محتاجوں کو اس میں حکماً داخل کر دیتا۔ کیونکہ ایک شخص کا کھانا یقینا دو افراد کو ہلاک ہونے سے بچا لیتا ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول مبارک بھی ملاحظہ ہو: لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْت لَأَخَذْت فُضُولَ أَمْوَالِ الْأَغْنِيَاءِ فَقَسَّمْتُهَا عَلَى فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ[6]. اگر مجھے اس امر کا خیال پہلے آ جاتا تو میں مالداروں کی زائد دولت لیکر فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرے کے تمام افراد کو بنیادی حقِ معاش میں مساوات ملحوظ رکھنے کا حکم صادر فرمایا اور محروم المعیشت افراد کی کفالت کا باقاعدہ انتظام بھی فرمایا۔ جس کا اندازہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے:

1۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلٌ مِنْ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ فَقَالَ ذكر الْأَصْنَافِ الْمَالَ حَتَّى رأينا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ"[7]. جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری

ہے وہ اسے لوٹا دے جس کے پاس ضرورت کی سواری نہیں۔ جس کے پاس ضرورت سے زائد کھانا اور سامان ہے وہ اس کو دے دے جس کے پاس ضرورت کا کھانا نہیں۔ اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد اصناف مال کا ذکر فرمایا۔ حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ زائد از ضرورت کسی شے میں بھی ہمارا حق نہیں ہے۔

رعایا کو معاش پہنچانے میں ریاستی ذمہ داری

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربِ قیامت کے آخری زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والے ایک صالح حکمران (حضرت امام مہدی علیہ السلام) کے بارے میں پیشن گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں میں معاشی مساوات قائم کرے گا۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں: أُبَشِّرُكُمْ بِالْمَهْدِيِّ يُبْعَثُ فِي أُمَّتِي عَلَى اخْتِلَافٍ مِنَ النَّاسِ وَزَلَازِلَ، فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ، يَقْسِمُ الْمَالَ صِحَاحًا» فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: مَا صِحَاحًا؟ قَالَ: «بِالسَّوِيَّةِ بَيْنَ النَّاسِ» قَالَ: " وَيَمْلَأُ اللَّهُ قُلُوبَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِنًى "[8]. میں تمہیں مہدی (علیہ السلام) کی بشارت دیتا ہوں وہ ایسے دور میں مبعوث ہوں گے جب لوگ باہم اختلاف کا شکار ہوں گے اور وہ زمین میں عدل و انصاف قائم کریں گے۔ جیسا کہ پہلے ظلم جاری ہو گا۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے خوش ہوں گے۔ وہ صحیح طریقہ پر مال تقسیم کریں گے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ فرمایا: لوگوں کے درمیان مساوی تقسیم کرے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے دلوں کو استغناء سے مالامال کر دے گا۔"

یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ دولت کی برابر تقسیم نہ تو عملاً ممکن ہے اور نہ شرعاً اس کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس "تقسیم" سے مراد بنیادی ضروریات کی مساوی تقسیم ہی ہو سکتی ہے کہ بنیادی معاش ہر ایک میں اس طرح برابر تقسیم ہو گا کہ معاشرے میں معاشی تعطل نہ رہے اور کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہنے پائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مال و دولت کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے چار بنیادی باتوں کا خیال رکھنے کی ہدایت دی: أَرْبَعٌ مَنْ عَمِلَ بِهِنَّ اسْتَوْجَبَ الْعَدْلَ: الْأَمَانَةُ فِي الْمَالِ، وَالتَّسْوِيَةُ فِي الْقَسْمِ، وَالْوَفَاءُ بالعدة، وَالْخُرُوجُ مِنَ الْعُيُوبِ[9]. چار اُمور ایسے ہیں کہ جس نے ان پر عمل کر لیا اُس نے عدل و انصاف کا حق ادا کر دیا: مالی معاملات میں امانت داری، تقسیم اموال میں برابری، وقت پر ایفائے عہد اور عیبوں کو ترک کرنا۔" یہاں بھی "التسویہ" سے مراد حق معاش کی برابری ہے۔ جو معاشرے کے تمام افراد کو بنیادی ضروریات اور حاجات مساوی طور پر ادا کرنے کی ضامن ہو۔

مقروض لوگوں کا قرض ادا کرنا بھی ریاستی ذمہ داری ہے

زندگی میں بنیادی ضرورت کی فراہمی کی طرح اگر کوئی شخص قرض چھوڑ کر مر جائے اور اس کے ورثاء قرض کی ادائیگی کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے: فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ: «أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ»[10]. جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں اہلِ ایمان کے ساتھ ان کی جانوں سے قریب تر ہوں۔ اہلِ ایمان میں سے جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمے قرض ہو تو اس کی ادائیگی میرا فرض ہے اور جو وہ مال چھوڑ کر مر جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے ایسے تمام احکام کی عملی اہمیت کو کم کرنے کے لئے انہیں محض نفلی اور اضافی نیکی یعنی مستحبات میں شمار کر لیا ہے حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و عمل سے ان کا وجوب اور لزوم ہی ثابت ہوتا ہے۔

معاشی انصاف کی فراہمی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مثالی اقدامات

1۔ سیدنا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خزانہ (بیت المال) کے مصارف کے بارے میں حکومتی سطح پر حکمِ اقتصاد پر بڑی سختی سے عمل درآمد کرایا اور سرکاری سطح پر ہر قسم کے اسراف کو ختم کر دیا۔ کیونکہ اس کے بغیر عوام کو صرف مال کے بارے میں اقتصاد کا عامل نہیں بنایا جاسکتا۔ اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: إِنَّ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ لَا تُطِيلُوا بِنَاءَكُمْ مِنَّ شَرَّ أَيَّامِكُمْ [11]. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے امراء اور افسروں کو یہ تحریری ہدایت جاری فرمائی کہ وہ اپنی رہائش گاہیں بلند و بالا نہ بنائیں کہ ایسا عمل بدترین دور کی علامت ہے۔"

2۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اور حکم نامہ (circular) کا ذکر کرتے ہیں جو کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام حکام اور افسران کے نام جاری فرمایا اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے: أَنْ لَا يَأْكُلَ نَقِيًّا وَلَا يَلْبَسَ رَقِيقًا، وَلَا يَرْكَبَ بِرْذَوْنًا وَلَا يَغْلِقَ بَابَهُ دُونَ حَوَائِجِ النَّاسِ [12]. کہ وہ غیر معمولی کھانے نہ کھائیں، نہ اعلیٰ زیادہ قیمتی اور نفیس کپڑا پہنیں، اعلیٰ نسل کے گھوڑوں پر سواری نہ کریں اور ضرورت مندوں کے لئے دروازے بند نہ کرے۔"

3۔ آپ کو معلوم ہوا کہ مصر کا ایک اعلیٰ افسر عیاض بن غنم بہت قیمتی لباس پہنتا ہے (یعنی اس کا رہن سہن اسراف کا آئینہ دار ہے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس معاملے کی تحقیقات کرائی اور جواب طلبی کے بعد اسے برطرف کر دیا اور سزا کے طور پر بکریوں کا ریوڑ چرانے کا کام اس کو سونپ دیا۔[13] الغرض اپنی دوررس حکمت عملیوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریاست میں ایسا عظیم اقتصادی و معاشرتی نظام قائم فرمایا جس سے معاشرے میں ہر سطح پر ظلم و جبر اور تعیش پرستی کا کلیتاً خاتمہ ہو گیا اور ایک صحیح اسلامی فلاحی ریاست معرض وجود میں آگئی، تاریخ جس کی مثال آج تک پیش کرنے سے قاصر ہے۔

کفالتِ عامہ سے متعلق ریاستی ذمے داری کا تصور

قرآن مجید کے حکم تعاونوا علی البر والتقوی کا اہم ترین عنصر معاشی زندگی میں امداد باہمی ہے جو کفالت عامہ کے نظام پر منتج ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی ریاست مدینہ کے قیام کے بعد نظام اسلامی کے نفاذ کے سلسلے کا پہلا قدم ہی یہی اٹھایا جو تاریخ میں "مواخاتِ مدینہ کے نام سے معروف ہے۔[14] یہ اس وقت کی بات ہے جب حدود و تعزیرات یا دیگر بہت سے اسلامی احکام کا اجراء عمل میں نہیں آیا تھا۔ حتی کہ سود اور بہت سے دیگر محرمات کا بھی اجراء نہ ہوا تھا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کا آغاز معاشرے میں معاشی استحکام سے ہوا اور اسلامی سزاؤں کے نفاذ بعد میں کیا گیا۔ کیونکہ سزائیں احکام وضعی (Declaratory Laws) ہیں، تکلیفی (Primary) نہیں۔ یہ مقصود بالذات نہیں ہیں۔ اصل مقصود تو معاشرے کے غیر اسلامی استحصالی اور فاسقانہ ڈھانچے کو بدلنا اور افرادِ معاشرہ کے فکر و عمل کی سمتوں کو از سر نو متعین کرنا ہے۔ اس اہتمام کے ساتھ کہ بعد میں اگر کوئی ان اسلامی معاشرتی قدروں کو پامال کرنا چاہے تو اسے سزا کے ذریعے روکا جاسکے۔

امدادِ باہمی اور کفالت عامہ کے تصور کے تحت اسلام نے پورے معاشرے کے حوالے سے یہ ریاست کی ذمہ داری قرار دی ہے کہ جو افراد محض اپنے وسائل سے اپنی جائز ضروریات کی کفالت نہیں کر سکتے ان کا بوجھ معاشرہ ان کے ساتھ مل کر اٹھائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایامِ قحط میں دعا فرمائی اور قحط رفع ہو گیا اور بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فَوالله لَو أن الله لم يُفرجَها مَا تَركتُ أَهل بَيتٍ مِن المُسلمين لَهم سِعةً إِلا أَدخلتُ مَعهم أَعدادَهُم مِن الفُقراء فَلم يَكن اثْنَانِ يَهلكان مِن الطعَام عَلى مَا يُقيم وَاحِدًا[15]. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) خدا کی قسم! اگر قحط رفع نہ ہوتا تو میں کوئی بھی ایسا گھر نہ چھوڑتا جس میں کھانا موجود ہوتا، مگر اس کے افراد کے برابر دیگر مستحقین اور محتاجوں کو اس میں حکماً داخل کر دیتا۔ کیونکہ ایک شخص کا کھانا یقیناً دو افراد کو ہلاک ہونے سے بچا لیتا ہے۔" یہ سب آثار و نظائر اس تصور کفالت کی تفصیلات و توضیحات ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے عہد مبارک کے ایک قبیلے کی اس خصوصیت کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے کہ جب ان میں سے بعض کے پاس سامان خورد و نوش اور اسباب معیشت ختم ہو جاتے ہیں تو پھر ان کا معمول یہ ہوتا: مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُم[16]. ان میں سے جس جس کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ سب ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں اور ایک برتن کے ذریعے آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس ان کے اسی عملی ایثار کے باعث میں ان کو اپنے میں سے اور خود کو ان میں سے تصور کرتا ہوں۔" مزید بر آں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت سے بھی اسی تصور معیشت کی تائید ہوتی ہے۔ جس کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلٌ مِنْ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ قَالَ فَذَكَرَ مِن أَصْنَافِ المَالَ ما ذكر حَتَّى رأينا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ[17]. جس کے پاس زائد سواری ہے وہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد کھانا ہے وہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس کھانا نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کی بہت سی اقسام بیان کیں حتی کہ ہم نے محسوس کیا کہ زائد مال میں سے ہمارا کوئی حق نہیں۔ ابن حزم ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا ننگا یا ضروریاتِ رہائش سے محروم ہے تو مالداروں کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔[18]

یہ حدیث ان حالات کی نشاندہی کر رہی ہے جب يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْو[19] آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرما دیں جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کر دو)" کے قرآنی حکم کا نفاذ حالات کی سنگینی کے خاتمے کے لیے واجب ہو جاتا ہے۔ انفاق کا عمل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ تصور معیشت میں کس قدر موجزن تھا۔ اس کا مظاہرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں قدم قدم پر دکھائی دیتا ہے۔ اس کی ایک جھلک حضرت ابو طلحہ کے اس عمل سے بھی آشکار ہوتی ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے محض لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّاتُحِبُّوْنَ[20] تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو" کی قرآنی ترغیب پر اپنی سب سے بڑی اور قیمتی جائیداد مستحق اعزہ اور اقارب میں تقسیم کر دی جس کی شہادت "صحیح بخاری" کے یہ الفاظ یوں فراہم کر رہے ہیں:

فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ، وَبَنِي عَمِّهِ[21].

پس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ اسی کی ایک مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس عمل انفاق میں دکھائی دیتی ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے موقع پر راہ خدا میں سب کچھ لٹا چکے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ [22] یارسول اللہ! ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ آیا ہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات اس تصور کی ریاستی سطح پر اہمیت کو مزید اُجاگر کرتے ہیں: فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ هَلَكَ وَتَرَكَ مَالًا، فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا، أَوْ ضَيَاعًا، فَلْيَأْتِنِي فَإِنِّي مَوْلَاهُ"[23]. جو مؤمن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے وہ جو کوئی بھی ہوں۔ اگر وہ اپنے ذمہ دین (قرض) یا بچے (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ قرض اور یتیم بچے میرے ذمہ ہیں اور میں ہی ان کا والی ہوں (یعنی ان کی کفالت کروں گا اور ان پر مال خرچ کروں گا)۔ "لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِي أَنْ لاَ يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلاَثٌ، وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ [24] اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی ہو تا تو (ایسی صورت میں بھی) میرے لیے یہی بات باعثِ راحت ہوتی کہ میں تین راتیں گزرنے تک اسے راہ خدا میں خرچ کر دوں اور اس مال میں سے اسی قدر بچا کر رکھتا جو قرض کی ادائیگی کیلئے ضروری ہوتا۔" یہ امر ملحوظ رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تصور اُمت کو صرف بصورت تعلیم ہی نہیں دیا بلکہ اس کی عملی شکل اپنے نمونہ حیات سے مہیا فرمادی تھی۔ امام ترمذی کا روایت کردہ یہ واقعہ اس حقیقت کی توضیح کے لیے کافی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مرتبہ درہم کی صورت میں ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چٹائی پر ڈال دیا اور تمام کی تمام رقم حاجت مندوں میں تقسیم فرمادی۔ بعد ازاں ایک ضرورت مند نے آکر سوال کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا عِنْدِي شَيْءٌ وَلَكِنِ ابْتَعْ عَلَيَّ فَإِذَا جَاءَنِي شَيْءٌ قَضَيْتُهُ"[25]. اس وقت میرے پاس کچھ نہیں بچا لیکن تو بازار سے میرے نام پر اپنی تمام ضرورتیں خرید لے۔ جب ہمارے پاس پیسے آجائیں گے ہم اپنا اُدھار چکا دیں گے۔"

اس باب میں حکومت کی ذمہ داری کس قدر ہے اس تصور کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بخوبی ہو جاتی ہے: إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ فِي أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِي فُقَرَاءَهُمْ[26]. اللہ تعالیٰ نے مال داروں پر ان کے سرمایہ دولت میں سے اس قدر انفاق فرض کیا ہے جس سے ان کے معاشرے کے ضرورت مندوں کی حاجات پوری ہو جائیں۔" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْت لَأَخَذْت فُضُولَ أَمْوَالِ الْأَغْنِيَاءِ فَقَسَّمْتُهَا عَلَى فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ [27] جس بات کا مجھے اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں اس میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلاشبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا۔ امام ابن حزم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے: وَصَحَّ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَثَلَاثِمِائَةٍ مِنْ الصَّحَابَةِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - أَنَّ زَادَهُمْ فَنِيَ فَأَمَرَهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجَمَعُوا أَزْوَادَهُمْ فِي مِزْوَدَيْنِ، وَجَعَلَ يَقُوتُهُمْ إيَّاهَا عَلَى السَّوَاءِ؟[28]. حضرت ابو عبیدہ اور تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ (ایک موقعہ پر) ان کا سامان خورد و نوش ختم کے قریب آلگا۔ پس حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے حکم دیا کہ جس جس کے

پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کرو اور پھر سب کو یکجا جمع کر کے ان سب میں برابر تقسیم کر کے سب کو قوت لایموت کا سامان مہیا کر دیا۔"

خلاصۂ بحث

اسلام نے نہ صرف انفرادی سطح پر کفالت عامہ کی تلقین اور حوصلہ افزائی کی ہے، بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اسے ایک نظام کے طور پر متعارف کروایا۔ جس کی عملی تفسیر سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مواخاتِ مدینہ کی صورت میں ملتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور اسلامی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو سب سے پہلے جو مسئلہ درپیش تھا وہ مہاجر گھرانوں کی رہائش و خوراک کا تھا۔ کیونکہ مہاجرین اپنی ہر نوع کی منقولہ و غیر منقولہ جائیدادیں مکہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ ریاست مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی حکومت کے پاس اس قدر وسائل نہیں تھے کہ ان مہاجرین کی آبادکاری، رہائش اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو ان کے حال پر چھوڑنے کی بجائے اہلِ مدینہ جو بعد میں انصار کہلائے مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرما کر اس مسئلہ کو نہ صرف مستقل طور پر حل کر دیا بلکہ ایک اسلامی ریاست میں اجتماعی سطح پر کفالت عامہ کا تصور بھی عملاً واضح کر دیا۔ لہٰذا عصر حاضر میں بھی ریاستی سطح پر ریاست کی ذمہ داری ہے کہ رعایا کے حقوق کا پاس کرتے ہوئے، ان کے تمام حقوق ادا کرنے کی مقدور بھر کوشش کی جائے۔ تاکہ معاشرتی ارتقاء کا حصول یقینی بنایا جاسکے۔ جب لوگوں کے مسائل کا خاتمہ ہو گا تو معاشرہ امن کا گہوارہ اور جنت نظیر بن جائے گا۔

References

[1] Hod 6:11

[2] Al-Ankabut 29:60

[3] Al-An'am 6: 151

[4] Abu Isa Muhammad bin Isa Al-Tirmidhi, 210. 279 AH / 825. 892 AD, Al-Sunan (Beirut: Lebanon: Dar al-Gharb al-Islami, 1998) Number: 2341.

[5] Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail 194. 256 AH / 810. 870 AD, Al-Adab al-Mufard (Beirut, Lebanon: Dar al-Bashair al-Islamiya, 1409 AH / 1989 AD) hadeth: 562.

[6] Ali bin Ahmad bin Saeed bin Hazm Al-Andalusi 384. 456 AH / 994. 1064 A.D, Al-Mahli al-Athar (Beirut: Dar al-Afaq al-Jadidah) 6: 158.

[7] Muslim Ibn al-Hajjaj Abu al-Hasan al-Qashiri al-Nisaburi 206. 261 AH / 821. 875 AD, Al-Sahih (Beirut, Lebanon: Dar Ihya Al-Tarath Al-Arabi) Hadeth: 1728.

[8] Ahmad bin Hanbal 164. 241 AH / 780. 855 AD, Al-Musnad (Beirut, Lebanon: Al-Muktab al-Islami, 1398 AH / 1978 AD) Hadeth: 11344.

[9] Abu Jafar Muhammad bin Jarir bin Yazid al-Tabari, 224. 310 AH / 839. 923 AD, Tarikh al-Umam wa al-Maluk (Beirut: Dar al-Kitab al-Ulamiya, 1407 AH) 2: 490.

[10] Abu Abdullah Muhammad bin Ismail bin Ibrahim bin Mughira al-Bukhari, 194. 256 AH / 810. 870 AD, Al-Sahih (Beirut: Dar al-Qalam, 1401 AH / 1981 AD) Hadeth: 2176.

[11] Al-Bukhari, Sahih, Volume: 452

[12] Ibn Abi Shaiba, 159. 235 AH / 776. 849 AD, Al-Musnnaf (Riyad: Maktabat al-Rashid, 1409 AH) Hadeth: 32920.

[13]Abu Yusuf Qazi Yaqub bin Ibrahim al-Ansari, 182 AH, Kitab al-Kharaj (Beirut: Dar al-Marafa) 126.
[14] Ibn Hisham, 213 AH / 828 AD, Al-Sirat al-Nabawiyya (Beirut: Dara Ibn Kathir, 1423 AH / 2003 AD.) 3: 36
[15] Al-Bukhari, Al-Adab al-Mufard: 198, Hadeth: 5622.
[16] Al-Bukhari, Sahih, Kitab Al-Sharqa, Chapter Al-Sharqa fi Al-Haad, 2: 880, Hadeth: 2354.
[17] Muslim, al-Sahih, Kitab al-Qatah, Chapter Istahbab al-Mu'asaat in Fazhul al-Mal, 3: 1354, Hadeth: 1728.
[18] Ibn Hazm, al-Mahli, 6:158.
[19] Al-Baqarah, 2: 219
[20] Al-Imran, 3:92
[21] Al-Bukhari, Sahih, Kitab Al-Zakat, Chapter Al-Zakat Ali Al-Qarab, 2: 530, Hadeth: 1392.
[22] Al-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Al-Sunan, Hadeth: 3675.
[23] Al-Bukhari, Al Sahih, Hadeth: 4503.
[24] Al-Bukhari, Al-Sahih, K, Hadeth: 6080.
[25] Al-Tirmidhi, Sunan (Beirut, Lebanon), 1:294.
[26] Saeed bin Mansoor 227 AH, Al-Sunan (Riyadh, Saudi Arabia: Dar al-Asimi, 1414 AH) Number: 931
[27] Al-Tabari, Tarikh al-Umam wa al-Maluk, 2: 579.
[28] Ibn Hazm, al-Mahli, 6:158.